https://farid.ps/articles/interfaith_the_divine_essence/ur.html

اندرونی الٰہی جوہر: سلطنت کی راکھ سے مقدس چنگاری کو دوبارہ حاصل کرنا

ہزاروں سالوں سے انسانیت اپنی تخلیق میں جگہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ نیل کے کناروں سے لے کر اینڈیز کی پہاڑیوں تک، مکہ سے ایتھنز تک، لاتعداد روحانی اور فلسفیانہ روایات نے ایک گہری حقیقت کو تسلیم کیا ہے: ہر انسان میں ایک الٰہی جوہر رہتا ہے—ایک مقدس چنگاری جو ہمیں رحم دلی، عدم تشدد اور زندہ دنیا کے ساتھ ہم آہنگی کی طرف مائل کرتی ہے۔ یہ اندرونی روشنی، چاہے اسے **فطرت**، **آتمن**، **لوگوس** یا **بدھ فطرت** کہا جائے، وہ دھاگہ ہے جو عقائد، فلسفوں اور مقامی حکمت کو جوڑتا ہے۔ پھر بھی جدید دور میں یہ سچائی غلبہ، لالچ اور استحصال کے نظاموں سے ڈھک گئی ہے—ایسی نظام جو الٰہی جوہر سے منہ موڑ کر منافع اور طاقت کی پرستش کرتے ہیں۔

معاصر روحانی روایات میں مقدس چنگاری

دنیا کے زندہ مذاہب میں مقدس چنگاری کوئی استعارہ نہیں ہے—یہ ایک اخلاقی حقیقت ہے جو انصاف، رحم اور حفاظت کا مطالبہ کرتی ہے۔

اسلام میں قرآن اعلان کرتا ہے کہ ہر انسان **فطرت** پر پیدا ہوتا ہے (30:30)—ایک قدیم فطرت جو سچائی، رحم اور خالق کی عبادت کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ یہ **فطرت** **خلیفہ** کو بنیاد دیتی ہے، حفاظت کا فرض: زندگی کی حفاظت کرنا، تخلیق کا احترام کرنا اور فساد کا مقابلہ کرنا۔ جب مسلمان زکوٰۃ دیتے ہیں، ظلم سے بچتے ہیں اور مظلوموں کی حفاظت کرتے ہیں تو وہ صرف خیرات نہیں کر رہے—وہ الٰہی امانت کے نگہبان کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ منافع اور غلبہ سے چلنے والے دنیا میں **فطرت** ایک انقلابی اصول بن جاتی ہے: فطرت، جانوروں یا انسانیت کا استحصال کرنے والے تمام نظاموں کا مقابلہ کرنا۔

ہندو مت **آتمن** میں یہی سچ ظاہر کرتا ہے، ہر مخلوق کے اندر الٰہی نفس، **برہمن** سے غیر منفصل، حتمی حقیقت۔ سلام **نمستے** —"میں تم میں الٰہی کو سلام کرتا ہوں"—مشترکہ الوہیت کا روحانی تسلیم ہے۔ **اہنسا**، عدم تشدد کا اصول، اسی سمجھ سے نکلتا

ہے: دوسرے مخلوق کو نقصان پہنچانا خود کو نقصان پہنچانا ہے۔ استعمال اور فتح سے قدر ناپنے والی ثقافت میں آتمن ہمیں مقدس عزت کی طرف واپس بلاتا ہے، تمام زندگی کی شکلوں کو ایک ہی الٰہی ماخذ کی اظہار کے طور پر دیکھنے کے لیے۔

یہودیت اعلان کرتی ہے کہ انسانیت **بتصلیم ایلوہیم**—خدا کی صورت میں—پیدا کی گئی (پیدائش 1:26–27)۔ اس لیے ہر انسانی زندگی میں الٰہی وقار ہے۔ مشنا سکھاتی ہے: "جو ایک زندگی تباہ کرتا ہے، وہ پوری دنیا تباہ کرتا ہے۔" مقدس قدر کی یہ سخت گیر تصدیق کسی بھی نظام—نوآبادیاتی، سیاسی یا معاشی—کا مقابلہ مانگتی ہے جو منافع یا طاقت کے لیے زندگی کو کم قدر دیتی ہے۔

عیسائیت سکھاتی ہے کہ الٰہی روشنی، **لوگوس**، "ہر اس شخص کو روشن کرتی ہے جو دنیا میں آتا ہے" (یوحنا 1:9)۔ اپنے پڑوسی سے خود کی طرح محبت کرنا (متی 22:39) کوئی غیر فعال آئیڈیل نہیں ہے—یہ ایک اخلاقی حکم ہے کہ ظلم اور ناانصافی کا سامنا جہاں کہیں بھی ہو۔ ایمان کی سب سے سخت گیر آوازیں، یسوع سے لے کر اسیسی کے فرانسس تک، جانوروں، ندیوں اور یہاں تک کہ ہوا کو بھی رشتہ دار مانتی تھیں۔ پھر بھی آج، خود کو عیسائی کہنے والی معاشرے اکثر جنگ، استحصال اور ماحولیاتی تباہی کی توثیق کرتی ہیں— مسیح کی تعلیم کا بالکل برعکس۔

بدھ مت میں بدھ فطرت کا اصول سکھاتا ہے کہ تمام مخلوقات میں بیداری کی صلاحیت ہے۔ رحم اور عدم تشدد سہولت کی خوبیاں نہیں ہیں—وہ کائناتی ضرورتیں ہیں۔ زندگی کو نقصان پہنچانا اپنی ہی بیداری کو دھندلا کرنا ہے۔ بودھ ستو، جو تمام مخلوقات کی مدد کے لیے ذاتی نجات کو ملتوی کرتا ہے، اس الٰہی رحم کو مکمل طور پر مجسم کرتا ہے۔

وکا اور پیگن روایات میں مقدس چنگاری زندہ زمین کے ذریعے چمکتی ہے۔ ریڈ کا حکم—"اگر یہ کسی کو نقصان نہ پہنچائے تو اپنی مرضی کے مطابق کرو"—ایک اخلاقی نظریہ بیان کرتا ہے جس میں آزادی اور ذمہ داری غیر منفصل ہیں۔ عناصر، چاند اور موسموں کے لیے پیگن عزت ایک قدیم ماحولیاتی حکمت کو محفوظ کرتی ہے جسے جدید تہذیب نے تقریباً تباہ کر دیا ہے۔

لیکن جبکہ یہ روایات انسانیت کو ہم آہنگی کی طرف بلاتی ہیں، جدید دنیا—خاص طور پر صنعتی، نوآبادیاتی مغرب—مڑ گئی ہے۔ منافع کی تلاش ناپاکی کا مذہب بن گئی ہے۔ جنگلات کو قتل کیا جاتا ہے، سمندروں کو زہر دیا جاتا ہے، جانوروں کو فیکٹریوں میں اذیت دی جاتی ہے اور معاشی یا جغرافیائی سیاسی منافع کے نام پر جنگیں لڑی جاتی ہیں۔ الٰہی جوہر مادیت اور سلطنت کے بتوں کے نیچے دب گیا ہے۔

یہ غزہ سے زیادہ واضح کہیں نہیں ہے، جہاں زیتون کے باغات—امن اور الٰہی پرورش کے رموز—اکھاڑ پھینکے جاتے ہیں اور پوری برادریاں قبضہ کی مشینری کے نیچے کچل دی جاتی ہیں۔ یہاں دنیا کی خاموشی مقدس چنگاری کے اجتماعی نقصان کو ظاہر کرتی

ہے۔ فلسطینی عوام کا دبانا، مغربی طاقتوں کی ملی بھگت سے کیا گیا، صرف سیاسی جرم نہیں ہے—یہ ایک روحانی تباہی ہے، انسانیت کی اپنی الٰہی فطرت سے علیحدگی کا ثبوت۔

قدیم اور مقامی روایات: مقدس توازن میں جینا

سلطنتوں کے ابھرنے سے پہلے، انسانیت کی سب سے قدیم تہذیبیں تمام زندگی کو زندہ کرنے والی الٰہی سانس کی شناخت میں جیتی تھیں۔ ان کے افسانے، رسومات اور سماجی ڈھانچے کائناتی توازن، انصاف اور رحم کے گرد بنے ہوئے تھے۔

سومری اور **اکادی** خیال میں انسانیت انلیل کی الٰہی سانس سے گھڑی گئی تھی اور **می** کو برقرار رکھنے کا ذمہ سونپا گیا تھا—مقدس قوانین جو کائنات اور برادری دونوں کو کنٹرول کرتے تھے۔ ان اصولوں کی خلاف ورزی صرف سماجی انتشار نہیں تھی بلکہ روحانی فساد تھی۔

اینوما ایلش میں **بابلی** کائنات نما انسانوں کو کائناتی ہم آہنگی برقرار رکھنے میں شریک کے طور پر دیکھتا تھا۔ ان کا اخلاقی زندگی الٰہی ترتیب سے جڑی ہوئی تھی، کمزوروں کی دیکھ بھال اور فطرت کے چکروں کے ساتھ ہم آہنگی پر زور دیتے ہوئے۔

مصر میں **معات**—سچائی، انصاف اور توازن—کا اصول تہذیب کا دل کی دھڑکن تھا۔ غیر منصفانہ زندگی جینا کائنات کو توڑنا تھا۔ فرعون اپنی طاقت سے نہیں بلکہ **معات** کی حفاظت سے ماپے جاتے تھے۔ نیل کے لے، مندر کی فنون اور زرعی رسومات سب اس اخلاقی ماحولیات کی عکاسی کرتی تھیں۔

یونانی مذہب اور فلسفہ روح کو الٰہی اور ابدی مانتے تھے، اس کی پاکیزگی فضیلت اور اعتدال سے برقرار رکھی جاتی تھی۔ **رومی نومین** کی عزت، تمام چیزوں میں الٰہی موجودگی، **پیئٹاس** کو پرورش دیتی تھی: فرض، شکر گزاری اور دیوتاؤں اور فطرت کے ساتھ ہم آہنگی۔

نورس کے درمیان **ویرڈ** کا تصور قسمت اور باہمی رابطے کی مقدس احساس کو بیان کرتا تھا—زندگی اخلاقی نتائج کا جال۔ غیر اخلاقی طور پر عمل کرنا یا فطرت کا استحصال کرنا وجود کے دھاگوں کو الگ کرنا تھا۔

پھر بھی مقدس باہمی انحصار کی یہ شعور **مقامی لوگوں** کے درمیان سے زیادہ گہرائی سے مجسم نہیں ہوا۔ **الگونکوئن مینٹو** کی سمجھ ہر مخلوق میں روح دیکھتی تھی—پتھر، ندی، پرندہ یا ہوا۔ **مایا** کائنات نما زندگی کو باہمی تبادلے سے پرورش پانے والے تحفہ کے طور پر

بیان کرتا تھا۔ **انکا پاچاماما** (ماں زمین) کے لیے عزت نے نفیس ماحولیاتی حفاظتی نظام پیدا کیے۔ جاپان میں **شنتو** فطرت میں **کامی**، الٰہی روحوں کا احترام کرتا ہے؛ چین میں **تاؤ ازم وو وی** سکھاتا ہے، تاؤ کے ساتھ خود بخود ہم آہنگی۔

ان روایات نے نہ صرف زندگی کے لیے عزت کا اشتراک کیا بلکہ موت کے ساتھ ایک سخت گیر مختلف تعلق بھی۔ موت کا خوف نہیں تھا—اسے سمجھا جاتا تھا۔ ان کے لیے موت مقدس کلیت میں واپسی تھی، زمین، آباؤ اجداد اور الٰہی کے ساتھ تعلق کی تسلسل۔ صحیح زندگی پرسکون موت تھی، یہ جانتے ہوئے کہ زندگی کے ترتیب کو دھوکہ نہیں دیا گیا تھا۔

یہ زیادہ تر جدید مغربی ذہنیت کے ساتھ شدید تضاد ہے، جہاں موت کا خوف، اجتناب، جراثیم کش کیا جاتا ہے۔ کیوں؟ کیونکہ گہرائی میں بہت سے جانتے ہیں کہ انہوں نے مقدس کو دھوکہ دے کر جیا ہے۔ جنگل تباہ کرنے، جانوروں کو اذیت دینے اور لامتناہی جنگیں لڑنے والی تہذیب موت کا پرسکون سامنا نہیں کر سکتی۔ اس کا خوف راز میں نہیں بلکہ جرم میں جڑا ہے۔ کہیں اندر، سب سے سیکولر ذہن بھی الٰہی حساب کو محسوس کرتا ہے۔ موت کا خوف فیصلہ کا خوف ہے—اوپر سے نہیں بلکہ اندر سے۔

فلسفیانہ روایات: استدلال مقدس روشنی کے طور پر

یہاں تک کہ فلسفہ کی استدلالی روایات، جو اکثر مذہب سے الگ ہوتی ہیں، مقدس چنگاری کے سچ کو گونجتی ہیں۔ **سقراط** اپنے **ڈیمونین** کے بارے میں بولتے تھے—ایک الٰہی اندرونی آواز جو انہیں انصاف کی طرف لے جاتی تھی۔ **افلاطون** نے سکھایا کہ روح کا سچا گھر ابدی نیکی کا دائرہ ہے اور علم اور فضیلت یادکی کارروائیاں ہیں۔ **ارسطو** نے انسانی خوشحالی (**یوڈیمونیا**) کو استدلال، دوستی اور فطرت کے ساتھ توازن کے ہم آہنگ عمل میں پایا۔

سٹوئک ازم، **لوگوس** میں یقین کے ساتھ—الٰہی عقلی ترتیب جو کائنات کو گھیرتی ہے—قبولیت، فضیلت اور رحم کی روحانی اخلاقیات پیش کرتا تھا۔ فطرت کے خلاف جینا استدلال کے خلاف جینا تھا۔

کنفیوشس ازم اور **روشنی کا فلسفہ** نے اس نسب کو جاری رکھا: **کنفیوشس رین** (انسانیت) کے ذریعے اور **کانٹ** اندرونی اخلاقی قانون کے ذریعے۔ پھر بھی یہ روایات، جب ان کی روحانی عاجزی سے چھین لی گئیں، نوآبادیاتی سلطنتوں کی طرف سے "تہذیب" کے بہانے غلبہ کو جائز قرار دینے کے لیے منتخب کی گئیں۔ عزت سے الگ استدلال فتح کا آلہ بن جاتا ہے۔

مقدس چنگاری کھونے کے ثقافتی نتائج

جدید دنیا کا روحانی زوال کوئی راز نہیں ہے—یہ اس تہذیب کا منطقی نتیجہ ہے جس نے الٰہی ترتیب کو معاشی حساب سے بدل دیا۔ جہاں قدیم قانون ہم آہنگی کی تلاش کرتا تھا، جدید قانون ملکیت کو مقدس کرتا ہے۔ جہاں مقامی رسومات باہمی تبادلے کا احترام کرتی تھیں، جدید تجارت نکالنے کو مسلط کرتی ہے۔ نتیجہ سیاروی تباہی ہے: جنگلات تباہ، سمندر دم توڑتے، اور اربوں حساس مخلوقات سہولت کے لیے ذبح کی جاتی ہیں۔

سلطنتیں جو کبھی اپنی توسیع کو الٰہی مشن کے طور پر جائز قرار دیتی تھیں، اب بازاروں اور فوجوں کے ذریعے تشدد کو برقرار رکھتی ہیں۔ غزہ، جو کبھی دنیا کی پیشن گوئی کی گہوارہ کا حصہ تھا، اب ان قوموں کی نگاہوں کے نیچے ملبے میں تبدیل ہو گیا ہے جو خود کو عیسائی یا جمہوری کہتی ہیں۔ مقدس چنگاری ڈرون کے دھوئیں اور بچوں کی چیخوں کے درمیان جھلملاتی ہے۔ زیتون کے درخت کا ناپاک کرنا—امن اور صبر کا رموز—مقدس کا ہی ناپاک کرنا ہے۔

اور اس کے پیچھے موت کا دہشت پھیلتی ہے—ایک دہشت جو نامعلوم سے نہیں بلکہ غیر معاف شدہ سے پیدا ہوتی ہے۔ تخلیق کو تباہ کرنے والی دنیا جانتی ہے کہ اس نے گناہ کیا ہے۔ اس کا خوف روحانی نہیں ہے—یہ اخلاقی ہے۔

اخلاقی ہم آہنگی: حفاظت اور رحم بطور مزاحمتی اعمال

تمام روایات دو مقدس احکام پر ہم آہنگ ہوتی ہیں: **حفاظت** اور **رحم**۔ نگہبان ہونا مقدس کی حفاظت کرنا ہے؛ رحم دل ہونا اس کے سفیر بن کر عمل کرنا ہے۔ یہ کمزوری کی خوبیاں نہیں ہیں بلکہ سلطنت کے خلاف الٰہی ہتھیار ہیں۔

اسلام کی **خلیفہ**، ہندو مت کی **اہنسا**، یہودیت کی **بتصلیم ایلوہیم**، عیسائیت کا **محبت کا حکم**، بدھ مت کی **کرونا** (رحم)، **وکا کا ریڈ**، سومری **می**، مصری **معات**، الگونکوئن **مینٹو**، تاؤسٹ **چی**—ہر ایک ہمیں ظلم اور لالچ کے خلاف ایک ہی بغاوت کی طرف بلاتا ہے۔

حفاظت کو دوبارہ حاصل کرنا ان طاقتوں کا سامنا کرنا ہے جو موت سے منافع کماتی ہیں۔ رحم کا عمل ان نظاموں میں ملی بھگت سے انکار کرنا ہے جو زندگی تباہ کرتے ہیں۔ ہر رحم دلی کا عمل، ہر جنگل کی حفاظت، ہر غیر انسانی بنانے سے انکار روحانی نافرمانی کا عمل ہے۔

مقدس چنگاری اور موت: روح کی یاد

مقدس چنگاری صرف زندگی کی رہنمائی نہیں کرتی—یہ ہمیں موت کے لیے تیار کرتی ہے۔ دنیا کی مقدس روایات میں بیداری فرار نہیں ہے بلکہ احساس ہے: **جنت**، **مکش**، **نروان**، **جنت**، **والہالا**، **تلالوکن**، **سمرلینڈ** یا **سٹونگ امن** دور کے علاقے نہیں ہیں بلکہ روح کی حالتیں ہیں جو عدم تشدد، رحم اور ہم آہنگی سے حاصل کی جاتی ہیں۔ جو چنگاری کا احترام کرتے ہیں ان کے لیے موت کوئی ٹوٹنا نہیں ہے—یہ گھر واپسی ہے، مقدس کلیت میں واپسی۔

ایک **فلسطینی کسان**، ملبے کے درمیان اپنا زیتون کا درخت دوبارہ لگاتا ہوا، اس راستے پر چلتا ہے۔ اس کی جدوجہد **فطرت** کا انصاف، آتمن کی الوہیت، **تیوتل** کی توانائی، **مینٹو** کی باہمی تبادلہ ہے—ایک زندہ بودھ **ستو عہد**۔ وہ موت سے نہیں ڈرتا؛ وہ اسے عبور کرتا ہے۔

لیکن جہاں چنگاری کو دھوکہ دیا جاتا ہے—جہاں جنگلات جلتے ہیں، جانور پنجروں میں چیختے ہیں اور بچے بموں کے نیچے دفن ہوتے ہیں—موت دہشت بن جاتی ہے۔ اس لیے نہیں کہ یہ نامعلوم ہے بلکہ اس لیے کہ یہ معلوم ہے۔ روح، اپنی **فطرت** کی گہرائی میں، یاد کرتی ہے۔ وہ حساب جانتی ہے۔ وہ جانت�� ہے کہ زیتون کا باغ مقدس تھا۔ وہ جانتی ہے کہ ڈرون حملہ کفر تھا۔

بیداری کی تلاش موت کے بغیر جینا ہے۔ موت کا خوف یہ تسلیم کرنا ہے کہ تم نے کبھی جیا ہی نہیں۔

نتیجہ: الٰہی آگ کو دوبارہ حاصل کرنا

الٰہی جوہر—**فطرت**، **آتمن**، **لوگوس**، **تیوتل**، **کامی**، **بتصلیم ایلوہیم**—کوئی تجریدی خیال نہیں ہے بلکہ تمام مخلوقات میں سچائی کی زندہ موجودگی ہے۔ اسے دوبارہ حاصل کرنا ہر سلطنت، ہر نظریہ، ہر معیشت کا مقابلہ کرنا ہے جو زندگی کی پاکیزگی سے انکار کرتی ہے۔

مقامی لوگ اب بھی سادگی اور باہمی تبادلے کے ذریعے اس سچ کو جیتے ہیں۔ مسلمان اسے حفاظت اور انصاف کے ذریعے بلاتے ہیں۔ بدھسٹ، ہندو، عیسائی، یہودی اور پیگن یکساں ایک ہی روشنی کے ٹکڑے رکھتے ہیں—یہ وہ روشنی ہے جو اب غزہ کے ملبے، جنگلات کی راکھ اور ان لوگوں کی خاموشی کے نیچے دبی ہوئی ہے جو بہتر جانتے ہیں لیکن کچھ نہیں کرتے۔

مقدس چنگاری مزاحمت میں سب سے روشن جلتی ہے: ماں میں جو اپنے بچے کو ڈھالتی ہے، کسان میں جو اپنا زیتون کا باغ دوبارہ لگاتا ہے، مظاہرین میں جو مشین کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ دنیا کو بحال کرنا یہ یاد کرنا ہے کہ ہم کس لیے بنائے گئے تھے: رحم، عدم تشدد اور ہم آہنگی۔ اس سے کم کچھ بھی تخلیق کے خلاف کفر ہے۔

اور جب موت آئے گی — جیسے آئے گی — یہ ہمیں خوفزدہ نہیں بلکہ تیار پائے۔ سزا کا نہیں بلکہ سچ کا سامنا کرنے کے لیے تیار۔ کہنے کے لیے: میں نے مقدس چنگاری کا احترام کیا۔ میں نے تباہ نہیں کیا، میں نے حفاظت کی۔ میں نے استحصال نہیں کیا، میں نے محبت کی۔

یہی ایمان کا مطلب ہے۔ یہی خدا کی طرف واپسی کا راستہ ہے۔